Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 7, Issue 2
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com
Research Article

صنم اقبال
ایم فل اُردو اسکالر مائی یونی ورسٹی، اسلام آباد
پروفیسر ڈاکٹر محمد وسیم انجم
صدرِ شعبہ اردو مائی یونی ورسٹی، اسلام آباد

کرنل محمد خان اور مشتاق احمد یوسفی کی نثر میں شعری جمالیات: ایک تقابلی مطالعہ

Sanam Iqbal
M Phil Scholar MY University, Islamabad
Prof, Dr Muhammad Waseem Anjum
Head Of Urdu Department MY University, Islamabad

A Comparative Study Of Poetic Aesthetics In The Prose Works Of Colonel Muhammad Khan And Mushtaq Ahmad Yousufi

This research article presents a comparative study of the poetic aesthetics in the prose of Colonel Muhammad Khan and Mushtaq Ahmad Yousufi, two of the most distinguished humorists and prose writers in Urdu literature. Although both writers are primarily recognized for their humorous and satirical prose, their writings exhibit remarkable poetic sensibility, aesthetic refinement, and lyrical expression. The study explores how poetic elements such as imagery, symbolism, rhythm, metaphor, allusion, emotional intensity, and musicality enrich their prose and elevate it beyond conventional humorous writing.Using a qualitative and comparative research methodology based on textual analysis, the article examines selected works of both authors to identify the similarities and differences in their artistic techniques and aesthetic vision. Colonel Muhammad Khan's prose reflects simplicity, spontaneity, and an organic poetic charm rooted in everyday experiences, military life, and human emotions. In contrast, Mushtaq Ahmad Yousufi's prose demonstrates intellectual sophistication, linguistic richness, intertextuality, and a highly refined poetic texture that integrates classical and modern literary traditions. The study argues that despite differences in style, diction, and narrative strategies, both writers successfully transform prose into an aesthetically engaging literary form by incorporating poetic devices and imaginative expression.

Keywords: Urdu Prose, Poetic Aesthetics, Comparative Study, Humor And Satire, Literary Style, Modern Urdu Literature.

اردو نثر کی تاریخ میں مزاح نگاری کی روایت انیسویں صدی سے شروع ہو کر بیسویں صدی میں اپنے عروج کو پہنچتی ہے۔ اس روایت کے دو ستون کرنل محمد خان (۱۹۲۰ء–۲۰۰۲ء) اور مشتاق احمد یوسفی (۱۹۲۳ء–۲۰۱۸ء) نہ صرف مزاح کے باب میں بلکہ اردو نثر کی جمالیاتی ارتقا میں بھی اہم

کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے یہاں مزاح محض تفریحِ طبع کا وسیلہ نہیں بلکہ ایک فنی اظہار کا ذریعہ ہے جو شعری جمالیات سے گہرا رشتہ رکھتا ہے۔

جمالیات کا مطالعہ روایتی طور پر شاعری سے وابستہ رہا ہے، تاہم نثر میں بھی شعری عناصر کی موجودگی ایک معروف حقیقت ہے۔ یہ شعری عناصر استعارہ، علامت، تشبیہ، موسیقیت، ردآہنگ اور بصری تصویر کشی نثر کو ایک اضافی جہت عطا کرتے ہیں اور قاری کو محض معنوی سطح سے اٹھا کر جمالیاتی تجربے کی سطح تک لے جاتے ہیں۔ اس مقالے کا بنیادی مقصد یہ دریافت کرنا ہے کہ کرنل محمد خان اور یوسفی ان شعری وسائل کو کس طرح اور کس حد تک اپنی نثر میں استعمال کرتے ہیں اور اس استعمال میں دونوں کے مابین کیا مشابہتیں اور اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مجنوں گورکھپوری "تاریخ جمالیات" میں لکھتے ہیں:

> "جس انگریزی لفظ Aesthetics کے جواب میں یہ اردو لفظ "جمالیات" گڑھا گیا ہے، اس کا یہ صحیح مراد گڑھا گیا ہے، اس کا یہ صحیح مرادف نہیں ہے۔ انگریزی زبان میں Aesthetics جمالیات سے کہیں زیادہ جامع اور بلیغ ہے۔ Aesthetics کے لغوی معنیٰ ہر اس چیز کے ہیں جس کا تعلق حِس یا حِس لطیف سے ہو۔ اس اعتبار سے اگر اردو میں ترجمہ کیا جائے تو Aesthetics کے لیے "حسیات" یا "وجدانیات" یا ذوقیات" بہترین اصطلاح ہو۔۔۔ Aesthetics کا موضوع حسن اور فنونِ لطیفہ (موسیقی، سنگ تراشی، شاعری وغیرہ) کے معنوں میں استعمال کیا۔ اسی رعایت سے عربی اور اردو میں اس کا ترجمہ "جمالیات" کیا گیا اور اب اس کو اردو میں قبول کر لیا گیا ہے۔ جمالیات، فلسفہ ہے حسن اور فنکاری کا۔"(1)

شعری جمالیات کا مفہوم سمجھنے کے لیے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ شاعری اور نثر میں سرحد فاصل کہاں واقع ہے اور یہ سرحد کتنی غیر ثابت اور متحرک ہے۔ ارسطو کے بعد سے مغربی ادبی روایت میں شاعری کو موزونیت اور ردیف و قافیے کی قید میں دیکھا جاتا تھا، لیکن جمالیاتی تھیوری نے دھیرے دھیرے یہ واضح کیا کہ شعریت دراصل ایک لسانی کیفیت ہے جو ردیف و قافیے کی محتاج نہیں۔

اردو نثر کی روایت میں سر سید احمد خاں سے لے کر مولوی عبدالحق اور پھر ابن انشاء اور پطرس بخاری تک یہ شعری عناصر موجود رہے ہیں، تاہم کرنل محمد خان اور یوسفی کے یہاں یہ عناصر ایک بالغ فنی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ کرنل محمد خان پاکستانی فوج کے سابق افسر اور اردو کے ممتاز مزاح نگار ہیں۔ ان کی تحریروں کا سرچشمہ پنجاب کی دیہی زندگی، فوجی ماحول اور روزمرہ کے انسانی مشاہدات ہیں۔ ان کی نثر میں ایک خاص قسم کی زمینی حقیقت ہے جو انھیں مشتاق احمد یوسفی سے فوری طور پر ممتاز کرتی ہے۔ تاہم یہ زمینی حقیقت ان کی نثر کو جمالیاتی اعتبار سے کم نہیں کرتی بلکہ ایک مخصوص قسم کی شعری جمالیات کو جنم دیتی ہے۔

کرنل محمد خان کی نثر میں تصویر کشی کا عنصر سب سے نمایاں ہے۔ وہ الفاظ سے ایسی تصویریں بناتے ہیں جو بیک وقت مضحکہ خیز اور شاعرانہ ہوتی ہیں۔ ان کے یہاں پنجابی ماحول کا منظر نامہ ایک بصری شاعری کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ کرنل محمد خان لکھتے ہیں:

> "اور غور سے دیکھا تو سامنے ایک ٹیلے پر جو برف و بینہ کی رولی پولی نظر آتی تھی دراصل ونسٹن چرچل کا چرٹ تھا۔ چیروبی چہرہ تھا۔ کشتی رواں تھی اور ہم سوچ رہے تھے کہ دیکھیئے مشاہیر کی اس پریڈ میں قدرت اب کس ہستی کو پیش کرتی ہے۔ کوئی بیس گز آگے بڑھے ہوں گے کہ دائیں جانب ایک دبلا پتلا اور بلند و بالا مجسمہ نظر آیا جس کا ایک بازو فضا میں بلند تھا۔"(2)

کرنل محمد خان کے ان جملوں میں شعری جمالیات کا سب سے نمایاں پہلو "تصویریت، تشبیہ، استعاراتی اظہار، منظر نگاری اور تخیل آفرینی" ہے۔ اگرچہ یہ نثر ہے، لیکن اس کی زبان، اسلوب اور منظر کی تشکیل اسے شاعرانہ حسن عطا کرتی ہے۔ یہ جملے کرنل محمد خان کی نثر میں تخیل کی رنگینی، تصویری پیکر تراشی، استعاراتی اظہار، تجسیم، منظر نگاری اور لفظی موسیقیت کی بہترین مثال ہے۔ مصنف نے فطرت کے مناظر کو محض بیان نہیں کیا بلکہ انہیں تخلیقی تخیل کے ذریعے انسانی شخصیات اور تاریخی علامتوں میں ڈھال کر نثر کو شاعری کے جمالیاتی آہنگ سے آشنا کر دیا ہے، جس سے قاری نہ صرف منظر کو دیکھتا ہے بلکہ اس کی معنوی اور فنی دلکشی کو بھی محسوس کرتا ہے۔

کرنل محمد خان کی نثر میں ایک خاص قسم کی موسیقیت ہے جو ان کی پنجابی لوک روایت سے آتی ہے۔ وہ اکثر ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں جن میں آواز کی تکرار پائی جاتی ہے۔ ان کی نثر کو بلند آواز سے پڑھنے پر ایک ردھم محسوس ہوتا ہے جو اسے نثری نظم کے قریب لے جاتا ہے۔ کرنل محمد خان رقم طراز ہیں:

"لیکن یہ لفٹینی ہم پر دوسرے جمعے ہی نازل نہیں ہو گئی تھی لیکن بل کہ اس کی پیدائش کے لیے ہمیں
بے چاری نرگس کی طرح پورے نو مہینے اپنی بے نوری پر رونا پڑا۔"(3)

کرنل محمد خان کے ان جملوں میں شعری جمالیات کا سرچشمہ استعارے، تلمیح، علامتی اظہار اور طنزیہ شگفتگی ہے۔ مصنف ایک فوجی اصطلاح "لفٹینی" کے وجود میں آنے کے عمل کو محض ایک انتظامی مرحلہ نہیں بناتا بل کہ اسے ایک طویل اور صبر آزما تخلیقی عمل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ علامہ اقبال کے معروف شعر کا مصرع "ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے" سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ہمیں بے چاری نرگس کی طرح پورے نو مہینے اپنی بے نوری پر رونا پڑا"۔ یہاں "نرگس" انتظار، محرومی اور دیر سے حاصل ہونے والی کامیابی کی علامت بن جاتی ہے، جبکہ "نو مہینے" کا ذکر پیدائش کے فطری عمل سے مناسبت پیدا کر کے تشبیہ کو مزید مؤثر بنا دیتا ہے۔ اس تلمیح اور استعاراتی انداز نے معمولی تجربے کو ادبی اور شاعرانہ وقار عطا کر دیا ہے۔ ساتھ ہی مزاح اور خود طنزی بھی عبارت میں لطافت پیدا کرتے ہیں، جس کے باعث نثر میں شعریت، معنوی گہرائی اور جمالیاتی حسن نمایاں ہو جاتا ہے۔

کرنل محمد خان کے یہاں مزاح اور درد کا جو امتزاج ملتا ہے وہ ان کی نثر کو ایک خاص شعری تہہ داری عطا کرتا ہے۔ وہ ایسے کردار بناتے ہیں جو بیک وقت ہنسانے والے اور رلانے والے ہیں۔ پنجابی مثالیں، دیہاتی محاورے اور فوجی اصطلاحات مل کر ایک ایسی زبان بناتے ہیں جو اپنے آپ میں ایک شعری نظام ہے۔ کرنل محمد خان کی نثر سے مثال دیکھیے:

"ہمیں اعتبار نہ آتا تھا کہ یہ فالتو احترام واقعی کوئی دیرپا چیز ہے یا کسی وقت یہی مؤدب انسٹرکٹر ایک
ہلاکوانہ قہقہہ لگا کر ہمیں ثریا سے کھینچ کر زمین پر دے ماریں گے اور پھر ہم ہوں گے اور ایکسٹرا ڈرل
!"(4)

کرنل محمد خان کے ان جملوں میں مزاح اور شعری جمالیات نہایت فطری انداز میں یکجا ہو گئے ہیں۔ مصنف نے فوجی تربیت کے ماحول میں انسٹرکٹر کے رویّے کے بارے میں اپنی بے یقینی کو مزاحیہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ "فالتو احترام" کی ترکیب طنزیہ مزاح پیدا کرتی ہے، کیونکہ راوی اس غیر معمولی عزت کو عارضی اور مشکوک سمجھتا ہے۔ اس کے بعد "ہلاکوانہ قہقہہ" ایک بلیغ استعارہ اور تاریخی تلمیح ہے، جس کے ذریعے انسٹرکٹر کی ممکنہ سخت گیری کو ہلاکو کی سفاکی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اسی طرح "ثریا سے کھینچ کر زمین پر دے ماریں گے" ایک مبالغہ آمیز اور شاعرانہ تصویر ہے، جو عزت و تکریم کے اچانک خاتمے اور سخت سزا کے تصور کو نہایت مؤثر انداز میں مجسم کرتی ہے۔ آخر میں "ہم ہوں گے اور ایکسٹرا ڈرل" غیر متوقع اختتام کے باعث مزاح کو مزید گہرا کر دیتا ہے۔ یوں استعارات، مبالغہ، تلمیح، تصویریت اور طنزیہ لہجے کے امتزاج نے ان جملوں کو محض واقعاتی بیان نہیں رہنے دیا بلکہ انہیں شعری جمالیات اور شگفتہ مزاح سے آراستہ ایک دلکش نثری نمونہ بنا دیا ہے۔ کرنل محمد خان کی تصنیف "بجنگ آمد" سے جملہ ملاحظہ ہو:

"سوئی اتفاقاً لاہور کے اسٹیشن پر جا رکی جہاں سے کوئی غیرتِ ناہید ڈھولک کا گیت گا رہی تھی ٹاہلی دے
تھلے بہہ کے۔"(5)

کرنل محمد خان کے ان جملوں میں شعری جمالیات کا بنیادی سرچشمہ موسیقیت، منظر نگاری، ثقافتی علامتوں کا استعمال اور جذباتی فضا کی تشکیل ہے۔ مصنف جب لکھتے ہیں "سوئی اتفاقاً لاہور کے اسٹیشن پر جا رکی جہاں سے کوئی غیرتِ ناہید ڈھولک کا گیت گا رہی تھی، "ٹاہلی دے تھلے بہہ کے"، تو محض ایک ریلوے اسٹیشن کا منظر بیان نہیں کرتے بلکہ پورے پنجابی ثقافتی ماحول کو زندہ کر دیتے ہیں۔ "غیرتِ ناہید" کی ترکیب گلوکارہ کی خوش آوازی کو آسمانی حسن سے وابستہ کر کے ایک شاعرانہ تلمیح پیدا کرتی ہے، جبکہ پنجابی لوک گیت "ٹاہلی دے تھلے بہہ کے" عبارت میں صوتی آہنگ، موسیقیت اور علاقائی رنگ بھر دیتا ہے۔ اس لوک گیت کی شمولیت قاری کے ذہن میں سماعتی اور بصری دونوں تصویریں ابھارتی ہے اور سفر کے خشک بیان کو ایک جذباتی اور جمالیاتی تجربہ بنا دیتی ہے۔ یوں تلمیح، موسیقیت، منظر نگاری اور ثقافتی فضا کے امتزاج نے ان جملوں کو شاعرانہ لطافت سے آراستہ کر دیا ہے، جو کرنل محمد خان کی نثر کا ایک نمایاں جمالیاتی وصف ہے۔ کرنل محمد خان کا ایک جملہ دیکھیے:

"کہاں وہ لاہور کی لیچڑلو اور کہاں یہ کراچی کی کافر ہوا کہ ہمارے گرد و پیش جملہ عقدہ ہائے حسن و جمال
کھلنے لگے۔۔۔ وہ زلفوں کی پریشانیاں، وہ آنچلوں کی شادمانیاں اور وہ ساڑیوں کی حشر سامانیاں"۔(6)

کرنل محمد خان کے ان جملوں میں شعری جمالیات تشبیہ، استعارہ، مبالغہ، لفظی موسیقیت، حسنِ بیان اور تصویریت کے امتزاج سے نمایاں ہوتی ہے۔ مصنف نے لاہور کی "لیچڑلو" اور کراچی کی "کافر ہوا" کے تقابل کے ذریعے موسم کو انسانی اوصاف عطا کیے ہیں، جس سے عبارت میں تجسیم پیدا ہوتی ہے۔ "جملہ عقدہ ہائے حسن و جمال کھلنے لگے" ایک نہایت لطیف استعاراتی اظہار ہے، جس میں ہوا کے جھونکوں سے حسن کے پوشیدہ جلووں کے نمایاں ہونے کو "گرہوں کے کھلنے" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد "وہ زلفوں کی پریشانیاں، وہ آنچلوں کی شادمانیاں اور وہ ساڑیوں کی حشر سامانیاں" میں الفاظ کی

تکرار، ہم آہنگی اور قافیہ نما ترتیب عبارت کو شعری آہنگ عطا کرتی ہے۔ ''زلفوں کی پریشانیاں'' اور ''آنچلوں کی شادمانیاں'' حسن کی متحرک تصویریں پیش کرتی ہیں، جبکہ ''ساڑیوں کی حشر سامانیاں'' ایک بلیغ مبالغہ ہے، جوان کے دل کش اور مسحور کن اثر کو مؤثر انداز میں بیان کرتا ہے۔ یوں منظر نگاری، صوتی حسن، استعاراتی اسلوب اور شگفتہ مزاح کے امتزاج نے ان جملوں کو محض نثر نہیں رہنے دیا بلکہ انہیں شاعری کے حسن و لطافت سے آراستہ ایک دلکش نثری نمونہ بنا دیا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی کی نثر میں استعارے اور علامتیں ایک پیچیدہ اور کثیر الجہات نظام بناتی ہیں۔ ان کے یہاں کوئی بھی چیز محض ظاہری معنی تک محدود نہیں رہتی۔ مثلاً ''آبِ گم'' کا عنوان خود ایک علامت ہے، وہ پانی جو گم ہو جائے، وہ تہذیب جو ضائع ہو جائے، وہ خوابِ جوانی جو ماضی کی دھند میں کھو جائے۔ مشتاق احمد یوسفی لکھتے ہیں:

> ''شہر میں ایک نہر تھی جو اب نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نہر میں ایک زمانے میں پانی بھی ہوتا تھا۔ ہم بھی کبھی جوان تھے ــــ اور یہ بھی کہتے ہیں۔''(7)

یہ جملہ مشتاق احمد یوسفی کی استعاراتی نثر کی بہترین مثال ہے۔ نہر کا پانی، جوانی کی یاد اور تہذیبی نوستالجیا ایک ہی جملے میں پرو دیے گئے ہیں۔ یہ کثافت شاعری کی خصوصیت ہے جو یوسفی نے نثر میں حاصل کی ہے۔

یوسفی کے جملوں میں ایک خاص وزن اور توازن ہے جو انھیں موسیقیاتی بناتا ہے۔ وہ طویل اور پیچیدہ جملے لکھتے ہیں لیکن ہر جملے میں ایک داخلی توازن ہوتا ہے جیسے ایک شعر میں مصرعِ اول اور مصرعِ ثانی کا توازن ہوتا ہے۔ ان کے پیراگراف کی ساخت بھی شعری ہے۔ ابتدا، عروج اور اختتام ایک مکمل شعری تجربے کی طرح۔ مشتاق احمد یوسفی ''چراغ تلے'' میں لکھتے ہیں:

> ''چرچراتی ہوئی چارپائی کو میں نہ گلِ نغمہ سمجھتا ہوں، نہ پردۂ ساز اور نہ اپنی شکست کی آواز۔''(8)

مشتاق احمد یوسفی کے اس جملے میں شعری جمالیات تشبیہ، استعارے، صوتی آہنگ، تضاد اور طنزیہ معنویت کے ذریعے نمایاں ہوتی ہے۔ بظاہر ''چرچراتی ہوئی چارپائی'' ایک معمولی روزمرہ شے ہے، لیکن یوسفی نے اسے تخلیقی انداز میں پیش کر کے ایک جمالیاتی پیکر بنا دیا ہے۔ ''چرچراتی ہوئی چارپائی'' میں صوتی کیفیت موجود ہے، کیونکہ "چرچراہٹ" کا لفظ خود اس آواز کو محسوس کراتا ہے جو پرانی چارپائی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد مصنف اس آواز کا تقابل ''گلِ نغمہ'' اور ''پردۂ ساز'' جیسی حسین اور موسیقیت سے بھرپور تراکیب سے کرتے ہیں، جس سے ایک لطیف تضاد پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس چرچراہٹ کو نہ تو خوشگوار موسیقی قرار دیتے ہیں اور نہ اپنی "شکست کی آواز"، بلکہ اس انکار کے ذریعے مزاحیہ کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ "گلِ نغمہ" اور "پردۂ ساز" شعری و موسیقائی علامتیں ہیں، جبکہ "شکست کی آواز" ایک استعاراتی ترکیب ہے جو زندگی کی تھکن، زوال یا ناکامی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یوسفی کا کمال یہ ہے کہ وہ ایک عام گھریلو منظر کو بلند تخیلی سطح پر لے جاتے ہیں اور مزاح کے پردے میں گہری معنویت پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح سادہ واقعہ لفظی صنعت، تخیل کی ندرت، طنز کی لطافت اور شعری آہنگ کے باعث ایک خوب صورت جمالیاتی تجربہ بن جاتا ہے۔

''خاکم بدہن'' میں ان کی نثر کی موسیقیت خاص طور پر نمایاں ہے۔ یہاں الفاظ کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ پڑھتے وقت ایک آہنگ کا احساس ہوتا ہے۔ سجع مرصع کی روایت سے وابستگی کے ساتھ ساتھ وہ اردو نثر کی جدید موسیقیت بھی استعمال کرتے ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی ''دستِ زلیخا'' میں لکھتے ہیں:

> ''مزاح کے اپنے تقاضے، اپنے ادب آداب ہیں۔ شرطِ اوّل یہ کہ برہمی بیزاری اور کدورت دل میں راہ نہ پائے۔ ورنہ یہ بومرنگ پلٹ کر خود شکاری کا کام تمام کر دیتا ہے سزا تو جب ہے کہ آگ بھی لگے اور کوئی انگلی نہ اٹھا سکے کہ ''یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے''؟ مزاح نگار اس وقت تک تبسم زیرِ لب کا سزاوار نہیں جب تک اس نے دنیا، اہلِ دنیا سے رج کے پیار نہ کیا ہو۔ ان سے، ان کی بے مہری و کم نگاہی سے، ان کی سرخوشی و ہشیاری سے، ان کی تردامنی اور تقدس سے ایک پیغمبر کے دامن پر پڑنے والا ہاتھ گستاخی ضرور ہے مگر مشتاق و آرزومند بھی ہے۔ یہ زلیخا کا ہاتھ ہے خواب کو چھو کر دیکھنے والا ہاتھ۔''(9)

مشتاق احمد یوسفی کے جملے ''اور اس کے کچھ دن بعد چشمِ حیراں نے دیکھا کہ ہمسایوں میں شیرینی تقسیم ہو رہی ہے'' میں شعری جمالیات کا حسن استعارہ، تجسیم، طنز، حیرت کی کیفیت اور لفظی لطافت سے پیدا ہوتا ہے۔ ''چشمِ حیراں'' ایک نہایت خوب صورت شعری ترکیب ہے جس میں آنکھ کو حیرت و تعجب کی کیفیت عطا کر کے اسے ایک جاندار کردار بنا دیا گیا ہے۔ اس ترکیب کے ذریعے مصنف محض دیکھنے کے عمل کو بیان نہیں کرتا بلکہ اس میں جذباتی کیفیت شامل کر دیتا ہے۔ ''شیرینی تقسیم ہونا'' خوشی، مبارک موقع اور اچانک تبدیلی کی علامت ہے، لیکن یوسفی کا مخصوص مزاحیہ انداز اس معمولی واقعے کو

ایک دلچسپ منظر بنادیتا ہے۔ جملے کی سادگی میں پوشیدہ تجسس اور طنزیہ کیفیت قاری کو مسکرانے پر مجبور کرتی ہے، کیونکہ مصنف کسی بڑے واقعے کے بجائے ایک عام سماجی منظر کو غیر معمولی انداز میں پیش کرتا ہے۔ یوں تشخص کاری، شعری ترکیب، اختصار، منظر نگاری اور لطیف مزاح کے امتزاج سے یہ نثری جملہ شعری جمالیات کا حامل بن جاتا ہے اور یوسفی کے اسلوب کی ندرت کو نمایاں کرتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی لکھتے ہیں:

''میرا عقیدہ ہے کہ جو قوم اپنے آپ پر جی کھول کر ہنس سکتی ہے، وہ کبھی غلام نہیں ہو سکتی۔''(10)

مشتاق احمد یوسفی کی نثر میں ایک قسم کی غنائیت ہے جو مشرقی تہذیب کے زوال کے احساس سے پھوٹتی ہے۔ یہ غنائیت انھیں اردو کی کلاسیکی مرثیہ نگاری کی روایت سے جوڑتی ہے لیکن وہ نوحہ خوانی کے بجائے ایک نرم طنز اور خود کلامی کے انداز میں اس درد کو بیان کرتے ہیں۔ ''زرگزشت'' میں یہ غنائیت اپنے کمال کو پہنچتی ہے جہاں ماضی کی یادیں ایک ایسی لے میں ڈھلتی ہیں جو پڑھنے والے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ کلیم الدین احمد ''اردو ادب میں طنز و ظرافت'' میں لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ انسان ہنسنے والا جانور ہے۔''(11)

اردو مزاحیہ نثر میں کرنل محمد خان اور مشتاق احمد یوسفی کو منفرد مقام حاصل ہے۔ دونوں مصنفین نے طنز و مزاح کو محض ہنسانے کا وسیلہ نہیں بنایا بلکہ زبان و بیان کی ایسی فنی خوبیاں پیدا کیں جن سے ان کی نثر میں شعری جمالیات پیدا ہو گئی۔ ان دونوں مزاح نگاروں کے ہاں شعری جمالیات کا مطالعہ ان کے طنزیہ و مزاحیہ اسلوب، الفاظ کے انتخاب، تشبیہات، استعارات، مبالغہ، شگفتہ پیرایۂ بیان اور مزاحیہ صورت گری کے حوالے سے کیا جا سکتا ہے۔

کرنل محمد خان کے ہاں طنز و مزاح کی بنیاد سادگی، بے ساختگی اور برجستگی پر قائم ہے۔ وہ روزمرہ زندگی، فوجی ماحول اور ذاتی تجربات سے ایسے مزاحیہ پہلو تلاش کرتے ہیں جو فطری طور پر قاری کو محظوظ کرتے ہیں۔ ان کے طنز میں شدت یا کاٹ کے بجائے ایک ہلکی سی چبھن اور شگفتہ مسکراہٹ پائی جاتی ہے۔ ان کی شعری جمالیات کا کمال یہ ہے کہ وہ معمولی واقعات کو تخیل کی مدد سے غیر معمولی بنا دیتے ہیں۔ وہ الفاظ کے ذریعے مزاحیہ تصویریں تخلیق کرتے ہیں اور کرداروں کی حرکات و سکنات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ قاری کے ذہن میں ایک زندہ منظر ابھر آتا ہے۔ ان کے ہاں مبالغہ، تشبیہ اور مزاحیہ اندازِ بیان طنز کو لطافت عطا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی معمولی واقعے کو بہت بڑے حادثے یا غیر معمولی تجربے کے طور پر پیش کرنا ان کے مزاح کی نمایاں خصوصیت ہے۔

مشتاق احمد یوسفی کی مزاحیہ نثر میں شعری جمالیات کا رنگ زیادہ لفظی صناعی، برجستہ جملہ سازی اور طنزیہ شگفتگی سے پیدا ہوتا ہے۔ یوسفی الفاظ کے استعمال میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہیں۔ وہ ایک ہی جملے میں کئی سطحوں پر مزاح پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں تشبیہ، استعارہ، تلمیح، محاورہ اور الفاظ کی معنوی مناسبت مزاح کو زیادہ مؤثر بناتی ہے۔ یوسفی کا طنز زیادہ تر زبان کے اندر سے پیدا ہوتا ہے؛ وہ الفاظ کے ظاہری معنی کے ساتھ ساتھ ان کے پوشیدہ مفہوم سے بھی مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ان کی نثر میں طنزیہ جملے، غیر متوقع اختتام اور لفظی تضاد ایسی خصوصیات ہیں جو ان کے مزاح کو جمالیاتی حسن عطا کرتی ہیں۔

تقابلی طور پر دیکھا جائے تو کرنل محمد خان کے ہاں مزاح کا حسن زیادہ تر صورتحال، کردار اور واقعے کی مضحک کیفیت سے پیدا ہوتا ہے، جبکہ مشتاق احمد یوسفی کے ہاں مزاح کی تخلیق زیادہ تر زبان، جملے کی ساخت اور معنوی تضاد سے ہوتی ہے۔ کرنل محمد خان کسی واقعے کو دلچسپ بنا کر ہنساتے ہیں، جب کہ یوسفی کسی بات کو اپنے مخصوص طرزِ اظہار سے مزاحیہ بنا دیتے ہیں۔ ایک کے ہاں مزاح کا سرچشمہ مشاہدہ اور تجربہ ہے، دوسرے کے ہاں زبان کی تخلیقی قوت اور ذہانت۔

طنزیہ اسلوب کے اعتبار سے بھی دونوں میں فرق نمایاں ہے۔ کرنل محمد خان کا طنز نرم، بے ضرر اور ہمدردانہ ہے، جس میں قاری کو مسکرانے کا موقع ملتا ہے۔ وہ انسانی کمزوریوں کو مزاح کے پردے میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں یوسفی کا طنز زیادہ برجستہ، چبھتا ہوا اور فنی پیچیدگی کا حامل ہے، تاہم اس میں بھی شائستگی اور ظرافت برقرار رہتی ہے۔ وہ طنز کے ذریعے مضحکہ خیز صورت حال کو زیادہ نمایاں کرتے ہیں اور الفاظ کی کاٹ سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔

شعری جمالیات کے حوالے سے کرنل محمد خان کی نثر میں تصویری مزاح نمایاں ہے، یعنی وہ الفاظ سے ایسی صورت حال پیدا کرتے ہیں جسے قاری محسوس کر سکتا ہے، جبکہ یوسفی کی نثر میں لفظی اور معنوی مزاح زیادہ اہم ہے، جہاں ایک جملہ اپنی ساخت اور مفہوم کے باعث مزاحیہ اثر پیدا کرتا ہے۔ کرنل محمد خان کی شگفتگی میں بے تکلفی اور روانی ہے، جبکہ یوسفی کی شگفتگی میں ذہانت، برجستگی اور زبان کا کمال نمایاں ہوتا ہے۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کرنل محمد خان اور مشتاق احمد یوسفی دونوں نے اردو مزاحیہ نثر میں شعری جمالیات کو اپنی اپنی فنی صلاحیتوں کے مطابق استعمال کیا۔ کرنل محمد خان کے طنز و مزاح میں سادگی، منظر نگاری اور بے ساختہ شگفتگی جمالیاتی حسن پیدا کرتی ہے، جبکہ مشتاق احمد یوسفی کے طنز و مزاح

میں زبان کی ندرت، لفظی چابک دستی اور برجستہ اظہار یہ حسن پیدا کرتے ہیں۔ یوں دونوں مزاح نگاروں کی نثر میں شعری جمالیات کے دو مختلف مگر حسین پہلو سامنے آتے ہیں۔ ایک طرف کرنل محمد خان کا فطری اور بے تکلف مزاح ہے، دوسری طرف یوسفی کا ذہین اور زبان آفرین مزاح۔

حوالہ جات

1۔ مجنوں گورکھپوری، تاریخ جمالیات، انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، س ن ، ص11،12

2۔ کرنل محمد خان، بزم آرائیاں، غالب پبلشرز، لاہور، 1980ء ص76،77

3۔ کرنل محمد خان، بجنگ آمد، دوست پبلی کیشنز اسلام آباد، س ن، ص34،35

4۔ ایضاً، ص51،52

5۔ ایضاً، ص61

6۔ کرنل محمد خان، بسلامت روی، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ص52

7۔ مشتاق احمد یوسفی، آبِ گم، مکتبہ دانیال، کراچی، 1990ء، ص178

8۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2010ء، ص114

9۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، ادبی دنیا اُردو بازار، دہلی، 1973ء، ص257

10۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، ص28

11۔ کلیم الدین احمد، طنز و مزاح تاریخ و تنقید، ماہنامہ شان ہند، نئی دہلی، 1986ء، ص27